نقطوی مذہب اور اس کا عروج اکبر کے عہد میں

[نقطوی تحریک پر میرا مضمون تیس سال قبل یونیورسٹی کے مجلہ فکر و نظر میں شائع ہوا تھا، اس درمیان اس تحریک سے متعلق بعض نئی اور مفید اطلاعات حاصل ہو گئیں، انھیں میں اکبر بادشاہ کا فرمان تھا جو نقطوی عالم میر سید احمد کاشی کے نام تھا تو مضمون پر نظر ثانی کر کے مجلہ تحقیق سندھ یونیورسٹی میں چھپوایا، تیسری بار کچھ اضافے کے بعد یہاں شائع ہو رہا ہے]۔

پروفیسر نذیر احمد *

اکبر کے دور حکومت (۱۵۵۶ــــ ۱۶۰۵ء) میں متعدد مذہبی و سیاسی تحریکیں وجود میں آئیں، جو اکبر کی مذہبی پالیسی پر بہت اثر انداز ہوئیں، ان میں نقطوی تحریک بھی تھی، مگر اس میں ایک استثنا یہ تھا کہ یہ تحریک ایران میں وجود میں آئی اور اس نے رفتہ رفتہ خاصہ زور پکڑا، یہاں تک کہ صفوی حکمرانوں کو اس کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا، چنانچہ اس تحریک کو بری طرح کچلا۔ شاہ طہماسپ اور شاہ اسماعیل کے زمانے میں ہزاروں نقطوی موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ ان دنوں ہندوستان میں اکبر اعظم سریر آرائے حکومت تھا۔ اس کے دور میں ہر مذہب اور ہر فرقے کو کھلی چھوٹ تھی، چنانچہ نقطوی فرقے کے لیے ہندوستان بڑی امن کی جگہ نظر آئی، ادھر اکبر کو نقطویوں اور اس فرقے پر ایران میں جو سلوک ہو رہا تھا، پوری اطلاع تھی۔ ابوالفضل اس فرقے کے سربراہوں سے خط و کتابت رکھتا اور اکبر کو حالات سے باخبر رکھتا، اکبر پر اس جماعت کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے اس فرقے کے سربراہ سید احمد کاشی کے نام فرمان لکھا اور انھیں ہندوستان آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی اس فرقے کے سیکڑوں افراد آگئے اور اپنی تعلیمات سے خواص و عوام کو بری طرح متاثر کیا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اکبر کے دور کی اور تحریکوں کے ساتھ نقطوی فرقہ بھی مخالف اسلام فرقہ تھا اور اس کی مقبولیت میں یہ راز پنہاں تھا۔

نقطوی فرقے پر ایک رسالہ ۱۳۲۰ شمسی مطابق ۱۹۴۲ء میں بنام نقطویان یا پسیخانیان شائع ہوا۔ اس کے مصنف ڈاکٹر صادق کیا نے ۴۳ مطبوعہ اور قلمی کتابوں سے بڑی قابلیت سے یہ رسالہ مرتب کیا تھا، راقم حروف کے مطالعے میں جب یہ کتاب آئی تو اس کے ماخذ میں ۶ اور کتابوں کے اضافے سے ایک مقالہ "فرقۂ نقطوی" کے نام سے فکر و نظر [illegible]، ص ۲

* پروفیسر ایمریٹس، شعبۂ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

شمارہ ۲ (۱۹۹۰ء) میں شائع ہوا۔ اس مقالے میں راقم نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ "دینِ الٰہی" پر اس فرقے کا کافی اثر ہے۔ لیکن میں نے اس موضوع پر تفصیلی بحث نہیں کی تھی، بعد میں میرے دوست ڈاکٹر محمد اسلم، پروفیسر پنجاب یونیورسٹی نے ماہنامہ المعارف لاہور میں ایک عالمانہ مضمون "اکبر کا دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر" شائع کیا جو ۱۹۶۹ء میں کتابی شکل میں شائع ہوچکا ہے۔ اس میں نقطوی تحریک پر ایک مفصل باب ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک دلچسپ کتاب "مبلغ الرجال" کا پتا چلایا جس کے مصنف خواجہ عبید اللہ بن خواجہ باقی باللہ دہلوی ہیں۔ اس کا ایک مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری میں محفوظ ہے۔ ۱۹۹۰ء میں پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب کی کتاب Akbar and Religion کے نام سے شائع ہوئی۔ اس میں بھی نقطوی تحریک کا ذکر ہے۔ اس کتاب میں وہ فرمان بھی درج ہے جو اکبر نے نقطوی سربراہ میر احمد کاشی کے نام لکھا تھا۔ یہ فرمان نقطوی تحریک کے ضمن میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ان جدید ماخذوں کے معلوم ہوجانے کے بعد میری خواہش ہوئی کہ میں نقطوی تحریک پر پھر سے ایک مقالہ لکھوں۔ یہ مقالہ اسی آرزو کی تکمیل کا نتیجہ ہے۔

نقطوی فرقے کا بانی محمود بسیخانی ہے جو بسیخان کا رہنے والا تھا۔ بسیخان ایران کے صوبہ گیلان میں ایک گاؤں ہے جو فومن جانے والی سڑک کے کنارے "رشت" سے سات کلومیٹر مغرب میں واقع ہے۔ محمود بسیخانی کو سیاحت سے شوق تھا، چنانچہ اس کا یہ سلسلہ بیت المقدس سے شروع ہوا۔ اس نے دور کے نزدیک کے مختلف ممالک کی سیاحت کی۔ آخر میں استرآباد آیا اور یہیں ۸۰۰ھ / ۱۳۹۷ء میں اپنے نئے مذہب (نقطوی) کا اعلان کر دیا۔ محمود بسیخانی فضل استرآبادی (بانی دینِ حروفی) کا شاگرد رہا ہے۔ بعد میں فضل نے اس کو اپنے پاس سے نکال دیا۔ اسی بنا پر محمود مطرود او مردود کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

اوائل گیارہویں صدی ہجری کے ایک تذکرے عرفات العاشقین میں جو ہندوستان میں تالیف ہوا تھا، محمود بسیخانی کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

> "محمود مطرود بسیخانی از جملہ مریدانِ فضل بودہ، گویند محمود را بسبب انانیت از درِ خود خواندہ مردود شود و از نظر انداخت و او در برابر حرف وی از نقطہ کارخانہ پرداخت و خود را مطرود و ملعون ازل و ابد ساخت غرض کہ وی بعد از آں کہ از مجلس او (فضل) راندہ شد ہزار و یک رسالہ و شانزدہ جلد کتاب چنانچہ نزد امنای او متداول است، پرداخت۔"
>
> (محمود مطرود بسیخانی فضل (استرآبادی) کے مریدوں میں تھا، کہتے ہیں کہ محمود کی انانیت کی وجہ سے فضل نے اس کو اپنے یہاں سے نکال دیا اور اس سے بے تعلق ہوگیا۔ محمود نے فضل کے "حرف" کے مقابلے میں نقطے سے اپنا کارخانہ بنایا اور اپنے کو مطرود و ملعون ازل و ابد بنایا۔ غرض وہ فضل کی مجلس سے نکالا گیا تو ایک ہزار ایک رسالے اور ۱۶ جلد کتابیں تصنیف کیں جو اس کے پیروؤں (امنا) کے پاس موجود ہیں۔)

بدایونی نے منتخب التواریخ میں اس کا ذکر کئی جگہ کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتا ہے:

محمود پسیخانی در زمان امیر تیمور صاحبقران در پسیخان کہ نام دیہی است از توابع گیلان ظہور کردہ و سیزدہ رسائل نوشتہ پر از تزریق کہ بہ ہیچ مذہب و ملت راست نیاید و غیر از تبیان کہ آنرا علم نقطہ و حال نامیدہ حاصلی ندارد خلاصۂ تصانیف آن الشقی الاشقیا کتاب بحر و کوزہ است و فضلتی کہ در آنجا خوردہ گوش از شنیدن آن قی می کند۔"

ر محمود پسیخانی امیر تیمور صاحبقراں کے زمانے میں پسیخان میں جو ایک گاؤں کا نام ہے توابع گیلان میں، ظہور پذیر ہوا، اور اس نے تیرہ رسالے لکھے جو ایسے مکر و فریب سے پُر ہیں جو کسی مذہب و ملت میں روا نہیں۔ ان مکاریوں کے علاوہ جس کو وہ علم نقطہ و حال کہتا ہے ان سے کچھ حاصل نہیں۔ اس بدبخت کی مخصوص کتاب "بحر و کوزہ" ہے اس میں ایسی یاوہ گوئی ہے کہ پڑھنے سے قے آتی ہے۔]

خواجہ عبیداللہ بن خواجہ باقی باللہ نے اپنی کتاب مبلغ الرجال میں پسیخانی کے بارے میں بعض واقعات لکھے ہیں جو بدایونی وغیرہ کے یہاں نہیں ملتے۔ ان کے بیان کا خلاصہ یہ ہے:

محمود پسیخانی ابتدا میں نہایت متقی و پرہیزگار تھا۔ وہ گھر بار چھوڑ کر بیابان میں چلا گیا اور وہاں عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگا۔ وہیں گھاس اور درخت کے پتوں پر گذر بسر کرتا رہا۔ ایک روز قریب کے چشمے پر وضو کرنے گیا تو کیا دیکھا کہ ایک موٹی سی گاجر رو دار اس سے پانی پر بہتی چلی آرہی ہے۔ اس نے اس کو غیبی مدد سمجھ کر اسے اُٹھا کے نوش جان کیا۔ بعدازاں ہر روز مقررہ وقت پر اس کو پانی پر بہتی ہوئی گاجر ملتی۔ وہ اسے کھا کر اپنی اشتہا دفع کرتا اس کو دو ماہ ہوگئے تو ایک روز وہ دریا کے بہاؤ کے مخالف سمت روانہ ہوا، کچھ دور جانے کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک عورت چشمے کے کنارے ننگی بیٹھی ہے، اس کے ہاتھ میں ایک موٹی گاجر کا ٹکڑا ہے اور وہ اس سے اپنی شہوت کی آگ بجھا رہی ہے۔ محمود اس منظر سے حیرت زدہ ہوا۔ خدا کو مخاطب کرکے کہا۔ اے خدا تو اپنے عابد و مخلص بندوں کو ایسی ناپاک چیز کھلاتا ہے۔ بالآخر وہ ایسا دل برداشتہ ہوا کہ دین سے پھر گیا اور الحاد و زندقہ کی تبلیغ کرنے لگا۔ اس کی وفات ۸۳۱ھ میں ہوئی

محمود کچھ عرصے تک شمالی ایران میں شلعہ اور اس کے کنارے بھی مقیم رہا ہے، اس نے تمام عمر خندی ہی تک بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے جسم پر تیزاب چھڑک کر خودکشی کر لی لیکن محمود کے پیرو اس بیان کو دشمنوں کی افترا پردازی پر محمول کرتے ہیں۔

نقطوی مذہب کو حسب ذیل ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

۱. نقطوی و اہل نقطہ و نقطئی۔ اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ محمود کے نزدیک ہر چیز کی تخلیق خاک سے ہوئی ہے اور خاک اس کے نزدیک "نقطہ" ہے، یا یہ کہ اس نے مطالب قرآنیہ کو اپنے خیال و بیان کے ساتھ مطابقت کرنے میں حروف اور لفظوں کی تعداد سے مدد لی ہے۔ اس طرح تیرہ چند سال پہلے کے ایک واقعے کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ایک مصری

نوجوان نے کمپیوٹر کے ذریعے یہ دکھانے کی کوشش کی کہ قرآن مجید میں ۱۹ عدد کا غیر معمولی دخل ہے۔ بسم اللہ کی تعداد اتنی ہے اور سورتوں کی بھی یہی تعداد ہے۔

۲۔ واحدیہ و امنا: اس کی وجہ یہ ہے کہ نقطویہ میں جس نے شادی کی وہ امین اور جس نے شادی نہیں کی وہ واحد کہلاتا ہے۔ امنا امین کی جمع اور واحدیہ واحد کی طرف منسوب ہے، اس مذہب میں مجرد کی زندگی پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ محمود نے بھی مجرد زندگی بسر کی تھی۔

۳۔ پسیخانیان و محمودیہ۔ یہ دونوں نام محمود کے وطن اور اس کے نام کی وجہ سے ہیں۔

۴۔ ملاحدہ: یہ نام مسلمانوں نے دیا اس لیے کہ مسلمانوں کے عام عقاید یعنی خدا، قیامت، بہشت و دوزخ، فرشتے، جزا و سزا وغیرہ سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ "انسان کامل" کی پرستش کرتے اور اس کو "مرکب مبین" کہتے جو ان کے عقیدے میں خدا ہے۔

۵۔ تناسخیہ: نقطوی عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کے ذرات ہر وقت موجود رہتے ہیں اور اپنی شکل و صورت بدلتے رہتے ہیں۔ ایک چیز کبھی پتھر اور مٹی ہے تو وہ کبھی حیوان اور کبھی انسان کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ہر چیز کی فکر کر کے بتایا جا سکتا ہے کہ اس کی پہلے کی کیا صورت تھی۔ یہ "تشخیص" "احصا" اور تشخیص کرنے والا "محصی" کہلاتا تھا۔

۶۔ زندیق یا اہل زندقہ۔ محمود پسیخانی نے قرآن کی تفسیر میں ایسے حیرت انگیز انکشافات و تاویلات کی ہیں جو عقاید اسلامی کے سخت خلاف ہیں۔

محمود پسیخانی کو مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے جن میں مبین، مبین اول و آخر، مبین کل و کلیات، شمس مغرب، ومنہ مبدأ علم الکتاب، آدم، النفس آخر، خاتم ظہور واحکام، منشی کونین، فاتح عرب و عجم، امام قبلتین، جامع اول و آخر، ناقل ایمان جملہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

محمود نے فضل اللہ استرآبادی بانی دین حروفی کی طرح مہدی موعود کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ دین اسلام اور دور عرب ختم ہو گیا۔ اب اس کا لایا ہوا دین حق اور اس کی بتائی ہوئی راہ راہ مستقیم ہے، یہ دور عجم ہے اس کی مدت آٹھ ہزار سال ہوگی اور اس مدت میں آٹھ "مبین" ہوں گے جن میں پہلا مبین وہی ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے محمود نے سولہ یا تیرہ کتابیں اور ایک ہزار ایک رسالے لکھے تھے، ان میں سے چند کا پتا چلا ہے۔ مثلاً،

۱۔ نقطوی تفسیر۔ اوراق ۱۸۸۔ سال تالیف ۸۲۰ھ، یعنی تاریخ وفات سے ۱۱-۱۲ سال قبل۔

۲۔ مفاتیح۔ ۲۴۶ ورق۔ ایک نسخہ کتابخانہ ملک تہران میں ہے۔ ڈاکٹر صادق کیانے اپنی کتاب "نقطویان یا پسیخانیان" میں ان دونوں کے اقتباسات دیے ہیں۔

۳۔ محمود کا ایک رسالہ تشبیہی کاشی نے ابوالفضل کے سامنے بدایونی کو دیا تھا،

بدایونی نے اس کا دیباچہ منتخب التواریخ بداونی ج ۳ ص ۲۵-۲۶ پر نقل کیا ہے۔

۴۔ میزان محمود۔ سید محمد طباطبائیؒ کے کتاب خانے میں ہے۔
۵۔ تفسیر بحر البیان کا ایک نسخہ سید محمد طباطبائیؒ کے پاس ہے۔
۶۔ چند نقطوی رسالے اسماعیل اشتار کی ملکیت میں ہیں۔
۷۔ چند رسالے سید نصر اللہ تقوی کے کتاب خانے میں ہیں۔
۸۔ چند رسالے گیلان میں ہیں۔
۹۔ ایک نقطوی تحریر شیخ مفید کے پاس شیراز میں ہے۔
۱۰۔ ایک نقطوی تحریر کتاب خانۂ آستانۂ قدس مشہد میں ہے۔

ان کتابوں کا ذکر ڈاکٹر صادق کیا کی کتاب "نقطویان" میں ہوا ہے، معلوم نہیں کہ ان میں سے کتنی اب باقی ہیں۔ کتاب "بحر و کوزہ" جس کا نام منتخب التواریخ اور مبلغ الرجال میں ملتا ہے، موجود نہیں۔ اگر اس موضوع پر تحقیق کی جائے تو اور کتابوں کے ملنے کی توقع ہے۔ بہرحال یہ تحقیق کا دلچسپ موضوع ہے۔

بسیخانی عقاید کا اجمالی ذکر کئی کتابوں میں ملتا ہے، لیکن دبستان المذاہب میں کسی قدر مفصل ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے؛

عقیدۂ واحدیہ و آمنا چار نظر پر مشتمل ہے۔
نظر اول: ظہور شخص واحد یعنی محمود اور اس کے جسم کی حقیقت۔
نظر دوم: شخص واحد کے بعض عقاید۔
نظر سوم: شخص واحد کے کچھ اقوال۔
نظر چہارم: کچھ مقررات و اصطلاحات و حکایات۔

نظر اول: محمود پسیخان کا رہنے والا، عالم، متقی اور پرہیزگار تھا، سنہ ۸۰۰ھ میں اس کا ظہور ہوا۔ اس کے مرید کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلعم کا جسد کامل تر ہوا تو اس سے محمود کی تخلیق ہوئی "یبعثک مقاما محمودا" میں اسی طرف اشارہ ہے، یعنی جب عناصر میں قوت پیدا ہوتی ہے تو معدنی صورت نباتی صورت اختیار کرتی ہے (بعد ازاں) حیوانی لباس اس کے جسم پر چست ہوتا ہے، جب اس میں شان و شکوہ پیدا ہوتی ہے تو وہ انسان کامل کے رتبے تک پہنچتا ہے، اسی طرح ظہور سے اجزائے انسانی ترقی کی منزلیں طے کرتے رہے یہاں تک کہ مرتبہ محمدی آیا، پھر بھی قدم کمال کی طرف بڑھتا رہا یہاں تک کہ محمود کا ظہور آگیا؛

از محمد گریز در محمود کانسان کاست علت فزاید

نظر دوم: [illegible] مرزائی شیخ

لطف اللہ اور شیخ شہاب و "آمنا" میں ہیں۔ انھوں نے مولف "دبستان" سے بیان کیا کہ "شخص واحد" رجعت یعنی تناسخ کا قائل ہے، جب وہ مرجائے گا تو اس کے بدن کے اجزا جماد و نبات کی شکل اختیار کریں گے، جب وہ نبات حیوان یا انسان کی غذا ہوگی تو وہ حیوانی یا انسانی لباس اختیار کرے گا۔ "شخص واحد" نفس ناطقہ مجرد کا قائل نہیں ہے، وہ خاک کے نقطے کو واجب و مبداء اول قرار دیتا ہے۔ "بسم اللہ" کے بجائے "استعین بنفسک الذی لاالہ الاہو" لکھتا ہے اور بجائے "لیس کمثلہ شئی" کے "انا المرکب المبین" کہتا ہے۔

نظر سوم: میزان میں ہے کہ اول ظہور سے تخلیق آدم تک سولہ ہزار سال کی مدت ہوتی ہے، اس میں پہلے آٹھ ہزار سال دور عرب کے اور دوسرے آٹھ ہزار سال دور عجم کے ہوں گے، پہلے دور میں آٹھ عرب مرسل ہوں گے اور دوسرے میں اتنے ہی مبین بھی ہوں گے

نظر چہارم: مجرد "واحد" اور مقابل "امین" ہے، کمال تجرد کے بعد واحد کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ "مرکب مبین" کے درجے کو پہنچ جاتا ہے جو درجہ خدائی ہے، ایک واحد کا بیان ہے کہ جب کوئی انسانی ہیکل سے حیوانی اور پھر بتدریج نباتی جمادی صورت میں تبدیل ہوتا ہے تو اس کے بدلتے ہوئے آثار سے "محقق" کو اصل حقیقت کا پتا چل سکتا ہے۔۔۔۔ کہتے ہیں امام حسین پہلی زندگی میں موسیٰ تھے اور یزید فرعون۔ موسیٰ نے اس زندگی میں فرعون کو دریائے نیل میں ڈبویا تو اس زندگی میں یزید نے حضرت امام حسین کو فرات کے پانی سے محروم رکھا۔۔۔

نقطویوں کی ایک خاص دعا ہے جس کو آفتاب کی طرف رُخ کر کے پڑھتے ہیں۔ وہ انسان کی پرستش کرتے اور اس کو حق کا مترادف جانتے ہیں۔ ان کا سلام اللہ اللہ ہے، محمود اپنے کو شخص واحد اور مہدی موعود لکھتا ہے، اس کے نزدیک دین اسلام منسوخ ہو چکا ہے اور اس کا لایا ہوا دین حق ہے۔

رسید نوبت رندان و عاقبت محمود — گذشت آنکہ عرب طعنہ بر عجمی زد

ایک واحد کا قول ہے کہ حافظ شیرازی بھی نقطوی تھے۔ محمود رود ارس پر رہ چکا تھا، اسی نسبت سے شاعر شیراز کہتا ہے؛

اے صبا گر بگذری بر ساحل رود ارس — بوسہ زن بر خاک آن وادی و مشکین کن نفس

محمد بشر محمود نقطوی تعلیمات کا دشمن تھا اس نے اپنی تحریروں میں ان پر لعن طعن کی ہے، ان میں بعض باتیں نئی بھی ہیں، مثلاً وہ رسالہ "نفائس الارقام" میں لکھتا ہے۔

"انسانوں میں تین گروہ واجب کے منکر ہیں۔ اول سوفسطائیہ جو تمام عالم

خیال باطل گردانتے ہیں، انھیں میں ملاحدۂ تناسخیہ بھی ہیں۔ یہ اپنے کو نقطوی کہتے ہیں۔ وہ اشیاء کے مبداء کو ذات مرکب اور اپنے کو خدا کہتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ جب تک انسان اپنے کو نہیں پہچانتا بندہ ہے اور جوں ہی اپنی معرفت ہوگئی خدائی درجہ حاصل ہوگیا۔ ان کا کلمہ "لا الٰہ الا المرکب المبین" ہے اور "مرکب مبین" سے مراد انسان ہے۔ اس مذہب کے بانی محمود پسیخانی کا خیال ہے کہ مرکب اور محسوس کے لیے کوئی اور چیز موجود نہیں، وہ معقول کی وحدت و بساطت کا منکر ہے اور عقل و تصور کو غلط قرار دیتا ہے؛

"روضۃ الصفائے ناصری" میں نقطویوں کے بارے میں یہ اطلاع ملتی ہے:

'مذاہب باطلہ میں ایک مذہب تناسخ ہے، ناقص انسانی روح جسم میں متردد رہتی ہے اور بتدریج ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہوتی رہتی ہے، اسی طرح وہ کامل ہو جاتی ہے۔ محمود گیلانی نے اس مذہب میں تصرفات کیے اور نئی اصطلاحیں وضع کیں۔ وہ خاک کو نقطہ کہتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ جس قدر حیوان نبات اور جماد ہیں اس کے سامنے ہیں ان کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ پہلے جنم میں وہ کیا تھے۔

رفتہ رفتہ نقطوی مذہب ایران میں کافی پھیل گیا اور اس کی ترویج و اشاعت روز افزوں ہونے لگی۔ ایران میں اس وقت صفوی خاندان سریر آرائے سلطنت تھا۔ نقطویوں کی طرف سے ان کو خطرہ محسوس ہوا تو انھوں نے ان کی ریشہ دوانیوں کو ختم کر دینے کا منصوبہ بنایا۔ اس منصوبہ کو بروئے کار لانے میں سیاسی و مذہبی دونوں مصلحتیں شامل رہی ہوں گی۔ بہرحال صفوی حکمرانوں نے نقطویوں کو قتل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ شاہ طہماسپ صفوی کے دورِ حکومت میں ایک نقطوی شاعر ابوالقاسم امری شاہی حکم کے بموجب اندھا کر دیا گیا۔ امری ابو تراب کا بھائی تھا، اور طہماسپ کے دربار میں بڑا تقرب رکھتا تھا۔ بڑا عالم فاضل تھا۔ مگر ان فضائل کے ساتھ محمود پسیخانی کے مریدوں میں تھا۔ اس کی وجہ سے ۹۸۳ھ میں اس کی آنکھ میں سلائی پھرائی گئی۔ ۹۹۹ھ میں وہ قید کر دیا گیا اور چند دنوں بعد قتل کر دیا گیا۔ دشمن خدا سے اس واقعہ کی تاریخ نکلتی ہے۔ ریاض الشعرا میں بھی اس واقعہ کی تفصیل درج ہے اور اس میں مزید یہ ہے کہ علوم غریبہ اور نقطہ کے اسرار میں بے نظیر تھا۔ اس کے منظومات بہت ہیں۔ ان کے علاوہ اس کی تصانیف میں رسالہ ذکر و فکر اور جواب مرآۃ الصفا ہے، اس کے کافی اشعار اس تذکرے میں درج ملتے ہیں۔

شاہ طہماسپ صفوی کے زمانے میں ۹۸۳ھ میں کاشان میں نقطویوں کی گرفتاری کا واقعہ مرزا جعفر قزوینی تاریخ الفی میں یوں بیان کرتا ہے:

ایران میں کچھ اصفہان اور کاشان کے دیہات کے باشندے مراد نامی ایک شخص کی تائید میں کھڑے ہو گئے جو امامت کا دعویٰ کرتا تھا اور ایک دوسری جماعت بھی انھیں اطراف میں محمود پسیخانی پر دعویٰ بعثت کرتا تھا (جس کی وفات کو سال قبل ہو چکی تھی) اس کی پیروی کا ڈھونگ رچایا گیا۔ ایران کے فرمانروا نے ہمدان کے حاکم امیر خان موصلو کو ان باغیوں کے قلع قمع کے لیے اصفہان اور کاشان میں تعینات کیا...... تین روز مل کر سارے ملحدین کو پکڑ کر درگاہ بھیج دیا گیا اسی طرح شاہ کے عہد میں نقطویوں کا ایک گروہ قزوین میں گرفتار ہوا۔ تقی کاشی کے قول کے مطابق حیاتی

کاشی نے بعض لوگوں سے اتحاد پیدا کیا اور نقطویوں کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے لگا۔ تھوڑے عرصے میں علم نقطہ اور اس کے آداب و رسوم سے پوری طرح واقفیت ہو گئی، پھر وہ کاشان سے قزوین گیا اور عرصے تک نقطویوں کی صحبت میں رہا۔ آخر اس فرقے کی ایک جماعت کے ساتھ پکڑا گیا اور شاہ طہماسپ کے حکم سے قید ہوا، دو سال کے بعد رہائی ہوئی تو شیراز آیا، ۹۸۶ھ میں کاشان واپس آیا، بعد ازاں ہندوستان آ گیا اور خلاصۃ الاشعار لکھتے وقت (۹۹۳ھ) احمد نگر میں موجود تھا۔

طہماسپ شاہ کے عہد کے ایک واقعہ کی تفصیل اسکندر منشی نے عالم آرائے عباسی میں اس طرح دی ہے۔

"درویش خسرو قزوین کے محلہ درب کوشک کے نچلے طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے باپ دادا کا پیشہ ترک کر کے درویشی اور قلندری کا جامہ پہنا، مدتوں سیر و سیاحت کی اور نقطویوں کی صحبت میں اہلِ دست مشرب کے پیے مشہور ہو گیا، پھر قزوین آیا اور مسجد کے ایک گوشے میں مقیم ہو گیا۔ رفتہ رفتہ درویشوں کی ایک جماعت اس کے پاس جمع ہو گئی اور درویش خسرو انہیں اپنے طریقے کے مطابق تلقین کرنے لگا۔ بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے تفتیش کرائی۔ اگرچہ درویش خسرو نے مذہب حق کو ماننے سے انکار کیا لیکن حد شرعی کی زد سے محفوظ رہا۔ صرف اتنا حکم ہوا کہ وہ مسجد میں قیام نہ کرے اور لوگ خواہ مخواہ اس کے پاس جمع نہ ہوں۔"

درویش خسرو کے نقطوی ہونے کی ایک ناقابلِ رد دلیل اکبر بادشاہ کے فرمان سے جو میر سید احمد کاشی کے نام ہے، مزید فراہم ہوتی ہے اس میں درویش خسرو کے بارے میں ہے،

"ہماری باطنی و روحانی توجہ کی خوشخبری جو دانائی کی اکسیر ہے، اسے منتخب عقیدت مند اور پسندیدہ حال مشرب یعنی سید یا الدین درویش خسرو کو پہنچائیں جو نسل اخلاص ابوالفضل جیسے راستگر اور آدم شناس کے وسیلے سے ہمارے مقدس ضمیر میں راسخ ہوا اور انہیں ہماری عنایت کا امیدوار بنائیں۔"

سلطان محمد خدابندہ (۹۸۵ — ۹۹۵) کے عہد میں بھی نقطویوں پر سختی جاری رہی۔ بعض نقطوی قتل بھی ہوئے اس میں ایک شاعر افضل دو تاری ہے جو بقول مولف "خلاصۃ الاشعار" ۹۹۴ھ میں ولی جان سلطان کے حکم سے تکلنز (اصفہان) کے نواح میں قتل ہوا۔ البتہ بعض نقطوی باوجود متہم ہونے کے مواخذہ سے بچے رہے۔ ان میں فہمی کاشی اور بابا شاہی اصفہانی کے نام ملتے ہیں۔

شاہ عباس کی تخت نشینی (۹۹۶ھ) پر نقطویوں کے حالات بہت ابتر ہو گئے۔ شہر قزوین باوجود دارالسلطنت ہونے کے نقطوی تحریک کا مرکز تھا۔ درویش خسرو کی اس شہر میں خانقاہ تھی جو نقطوی درویشوں کی پناہ گاہ تھی۔ بادشاہ اکثر وہاں جاتا اور اہل خانقاہ سے گفتگو کرتا۔ اس طرح اس کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ درویش خسرو اور اس کے ساتھ نقطوی عقیدے کی اشاعت بڑے منظم طریقے سے کر رہے ہیں۔ یہ حکومت کے لیے بڑی خطرناک صورت تھی۔ چنانچہ اپنی حکومت کے چھٹے سال (۱۰۰۲ھ) شاہ عباس کے حکم سے ہزاروں نقطوی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

اسی زمانے میں جلال یزدی نے پیشین گوئی کی کہ شاہ ایران کے لیے خطرے کا وقت قریب آ گیا ہے اس سے بچنے کا صرف یہ تدبیر ہے کہ چند روز کے لیے وہ تخت خالی کر دے۔ اس طرح نحوست کی گھڑی ٹل جائے

ل۔ چنانچہ نقطویوں کے سردار یوسفی ترکش دوز کو تین روز تخت پر بٹھا کر قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد درویش خسرو اور دوسرے نقطوی قزوین کے اطراف میں قتل ہوئے تھے

اسی پر ایک قطعہ حکیم رکنائے کاشی نے کہا ہے:

قضا توئی کہ در اسلام تیغ خونخوارت — ہزار ملحد بے دین یوسفی مسلمان کرد
خلاء در دلم از یوسفی و سلطنتش — دو بیت گفتہ فغانی کہ شرح حالم کرد
جہانیان ہمہ رفتند پیش او بہ سجود — دلی کہ حکم تو ناشنود یاد شاہ ایمان کرد
نکرد سجدۂ آدم بحکم حق شیطان — ولی بحکم تو آدم سجود شیطان کرد

شاہ عباس پھر اصفہان آیا تو نصر آباد کاشان میں سب سے اہم نقطوی سردار سید احمد کاشی کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ میر مذکور کے کاغذات میں بہت سے نقطویوں کے خطوط ملے۔ ان میں ایک منشور ابو الفضل کا نوشتہ بھی تھا۔ معاصر تاریخ نویس اسکندر بیگ منشی لکھتا ہے:

اس طائفہ کے سرداروں میں میر سید احمد کاشی تھا جس کی وجہ سے بہت سے بدبخت گمراہی کی راہ پر پڑ گئے تھے، پاک اعتقاد بادشاہ نے نصر آباد کاشان میں اس کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔ اس کی کتابوں میں جو رسالے ملے ان سے ظاہر ہوا کہ نقطوی حکما کے مذہب کے مطابق عالم کو قدیم مانتے ہیں اور حشر، اجساد اور قیامت پر یقین نہیں رکھتے، ان کے نزدیک اعمال کے اچھے یا برے ہونے کے نتیجے میں دنیا میں جو عافیت یا ذلت ملتی ہے وہی بہشت و دوزخ ہے، درویش کمال اصفہانی درویش ترابی جو ان کے مقتدا تھے وہ دونوں اپنے تین چار مریدوں کے ساتھ خراسان کو راہ میں قتل ہوئے، اسی طرح جن لوگوں پر نقطوی ہونے کا ذرا بھی شبہ ہوا ان سب کا یہی انجام ہوا۔ درویش خسرو کے بعض ترک مرید اسی جرم میں قتل ہوئے، اس طرح ظاہر ہوا کہ تمام ممالک محروسہ میں اس فرقہ کی ریشہ دوانیوں کی جڑیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہندوستان سے آنے جانے والوں سے معلوم ہوا کہ شیخ مبارک کا بیٹا ابو الفضل جو ہندوستان کے فضلا میں ہے اور دربار اکبری میں بہت زیادہ تقرب حاصل کر چکا ہے، اسی مذہب کا پیرو ہے، اس نے اکبر بادشاہ کو دستور الشرب بنا کر جادۂ شریعت سے منحرف کر دیا ہے اس کا منشور جو میر مذکور کے کاغذات میں دستیاب ہوا۔ ابو الفضل کے نقطوی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ شریف آملی جو جامع فضائل تھا اس فرقے کے اماموں سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ اپنے زمانے کی سخت گیریوں سے تنگ آ کر ہندوستان چلا گیا تھا۔ حضرت بادشاہ اکبر اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے اس کے ساتھ پیر جیسا سلوک کرتے تھے:

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ان کا تعین ہوا کہ تعصب سے اس سر زمین ایران نقطویوں سے خالی ہو گئی

اسکندر منشی لکھتا ہے:

"القصہ از سیاست اینٔ جماعت اگر کسے از ینٔ طبقہ بود از ینٔ دیار بیرونٔ رفت یا در گوشۂ خمول خزیدہ خود را بے نام و نشان ساخت و در ایرانٔ شیوۂ تناسخ منسوخ گشت۔"

ا مختصر یہ کہ اس جماعت کو جس طرح سزا دی گئی اس سے اس جماعت والے یا تو باہر بھاگ نکلے یا گوشۂ گمنامی میں پڑ کر بے نام و نشان ہو گئے۔ اس طرح ایران میں تناسخ کا رواج ختم ہو گیا۔

ایران کے اکثر نقطویوں کی پناہ گاہ ہندوستان قرار پایا۔ خصوصاً اکبری دور میں یہ جماعت والے بڑی تعداد میں اس ملک میں داخل ہوئے۔ شروع کے نقطوی واردین میں میر شریف آملی ہے، جو پہلے دکن آ کر رہا، اور اپنے خیال کی تبلیغ شروع کی اس سے لوگ بدظن ہوئے اور اس کو مار ڈالنے کی سازش کی۔ اس کو پتا چلا تو وہاں سے بھاگ نکلا اور مالوہ میں ساکن ہوا۔ اکبر بادشاہ انھیں دنوں مالوہ کے ایک مقام دیپال پور میں خیمہ زن تھا، میر آملی کی آمد کی خبر ملی تو اس کو دربار میں بلایا اور تنہائی میں ملاقات ہوئی اگرچہ میدکہ کی گفتگو کا واک دبے رہا تھی، پھر بھی بادشاہ کو متاثر کر گئی۔ اس کے بعد میر شریف کی جتنی ترقی ہوئی وہ تاریخ کے اوراق کی زینت ہے۔ ذیل میں پہلے منتخب التواریخ کے بیان کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے، پھر مآثر الامرا کے بیان کا۔

میر شریف آملی ایران سے بلخ آیا اور مولانا محمد زاہد پسر شیخ حسین خوارزمی کی خانقاہ سے وابستہ ہوا لیکن جب خانقاہ کو اس کی بد دینی کا علم ہوا تو اپنی خانقاہ سے اسے نکال دیا پھر وہ دکھن چلا آیا وہاں اس کا خبث ظاہر ہوا تو علمائے دکن نے اس کو ختم کر دینے کا منصوبہ بنایا، لیکن یہ بات پوری نہ ہو سکی تو اس کو گدھے پر بٹھا کر پورے شہر میں پھرایا۔ وہاں سے بھاگ کر مالوہ پہنچا اور یہاں عراقی ملحدین کا ایک گروہ اس کے گرد جمع ہو گیا، پھر کیا تھا شریف آملی نے اپنے کو صدی کا مجدد قرار دیا، شاہنشاہ اکبر ان دنوں مالوہ ہی میں خیمہ زن تھا۔ شریف آملی کی شہرت سن کر اس کو دربار میں بلایا اور طرح طرح سے آزمایا۔ اس کے عقاید فاسد تھے اور وہ محمود پسیخانی کے دین کا پیرو نکلا۔ میر شریف نے اپنے عقاید پر ایک کتاب "ترشح ظہور" نام سے لکھی جو مہملات کا مجموعہ ہے لیکن اس کے باوجود عوام کا کیا ذکر خود شہنشاہ اکبر کے مزاج میں اس کا اتنا دخل ہوا کہ امرائے ہزاری میں شامل کیا گیا۔ وہ اس وقت بنگال میں مذہب حق کے داعیان میں ہے اور مراتب اخلاص چہارگانہ کا حامل۔

مآثر الامرا میں ہے کہ کتب درسی ایران میں پڑھ چکا ہے تصوف و حقایق میں کافی دستگاہ بہم پہنچائی تھی بعد میں تمام ملل و مذاہب کا الحاق کر کے عجیب و غریب خیالات و عقاید کا معجون مرکب تیار کیا، پھر "ہمہ اوست" کا دعوی کرنے لگا اور سب کو اللہ کہتا۔ اکبر کے عہد میں صلح کل اور وسعت مشرب کا دور دورہ تھا، بادشاہ کے نزدیک سلطنت سایۂ رب ہے لیکن کسی ایک جماعت یا فرد کا حصہ نہیں۔ ہر مذہب و مشرب کے فرد کو اس فیض سے بہرہ مند ہونے کا استحقاق ہے۔ اکبر کے دربار میں میر شریف کی بڑی قدر دانی ہوئی، روز بروز اس کے مرتبے میں اضافہ ہوتا رہا۔ ۹۹۳ھ میں

کابل کی صدارت و امینی کے عہدے پر فائز ہوا، حکومت کے ۳۶ ویں سال (۹۹۹ھ) بنگال میں خدمت چہارگانہ، خلیفگی، امینی، صدارت، قضا سے ممتاز ہوا۔ ۴۳ سال ۱۰۰۶ھ میں اجمیر میر کی جاگیر قرار پایا اور قصبہ مرہان بھی اس کو بطور تیول ملا۔ آخر میں سہ ہزاری منصب دار مقرر ہوا۔ کچھ دنوں بعد وفات پائی اور مرہان میں اسے سپرد خاک کیا گیا۔

میر نقطوی تھا اور بارگاہ اکبری میں رسائی کے ساتھ ہی علماء سے مناظرہ کرتا اور محمود بسیخانی کے خیالات و عقاید کی ترویج میں معروف رہتا۔ بعد ہم اسکندر منشی کا قول نقل کر چکے ہیں جس میں ہے کہ اکبر بادشاہ اور اس کے امرا اور اعیان دولت میر شریف آملی کے ساتھ پیر جیسا سلوک کرتے۔ اس سے بخوبی واضح ہے کہ اکبر نقطوی تحریک و عقاید سے کس حد تک متاثر تھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ نقطویوں کو ہندوستان آنے کی دعوت دیتا رہتا۔ اکبر نقطویوں سے جیسی ہمدردی تھی، اس کا اندازہ اکبر کے اس فرمان سے ہو جاتا ہے جو شاہ عباس کے نام کا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کرنا چاہیے۔ یہ خط غالباً قزوین شاہ عباس کے نقطوی قتل عام کے بعد لکھا گیا، اس میں جانی بیگ ترخاں کی فرمانروائی کے خاتمے کا بھی ذکر ہے جو ۱۰۰۱ھ میں واقع ہوا اور قتل عام ۱۰۰۲ھ میں ہوا۔ اس لیے اکبر کے فرمان کی تاریخ ۱۰۰۲ھ کے قریب ہوگی۔ اس فرمان کے چند اجزا کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"آپ کو ملک کے انتظام اور عام لوگوں کو بھلائی کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے اور فتنہ پردازوں کے بہلاوے میں آکر پریشان خاطر نہ ہونا چاہیے۔ بردباری اور چشم پوشی کو اپنا شعار بنانا چاہیے۔ آدمیوں کو قتل کرنے اور خدا کی بنیاد ڈھانے میں انتہائی احتیاط برتنی چاہیے کیونکہ خود غرضوں کی حیلہ پردازی سے مخلص دوستوں کو شربت ہلاہل پلانا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی بہت سے دوست نما دشمنوں نے عقیدت کا لباس پہن کر حکومت کی بنیاد کھود ڈالی ہے ... انسانوں کے ضمائر کو جاننے کی برابر کوشش کرتے رہنا چاہیے اور اس زندگانی بے بقا کی چند روزہ اقامت کو خدا کی رضا و خوشنودی سے وابستہ رکھنا چاہیے۔ انسانوں کی تالیف قلب کرتے رہنا چاہیے۔ یہ خدا کی امانت ہیں، ان پر شفقت کی نظر ڈالتے رہنا چاہیے۔ تمام آدمیوں کو بغیر اختلاف مذہب و نسل اپنی عام رحمت میں شریک رکھنا چاہیے اور صلح کل کے سدا بہار گلشن کے حصول کی کوشش کرنا چاہیے، جب خدا ہر مذہب و مشرب کے لوگوں پر فیض کا دروازہ کھولے گروہوں کی پرورش کرتا ہے تو بادشاہ تو خدا کے سایے ہیں، انہیں لازم ہے کہ وہ اس روش کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ خدا نے لوگوں کو دنیا کے انتظام اور خلق کی پاسبانی کے لیے پیدا کیا تاکہ عام لوگ عزت و عافیت سے زندگی بسر کر سکیں، لوگ دنیاوی امور میں جو فانی اور ناپائیدار ہیں دیدہ و دانستہ غفلت کا ارتکاب نہیں کرتے تو دینی امور میں جو باقی رہنے والے ہیں

ان میں وہ مسائل کیوں کر رہیں گے۔ اگر وہ حق بجانب ہیں تو انصاف کا تقاضا
ہے کہ ان کی پیروی کی جائے اور اگر ان سے غلطی سرزد ہوگئی ہے تو ان پر
شفقت کرنی چاہیے۔ شورش اور سرزنش جائز نہیں:

مآثر الامراء اور مآثر الامرا میں ہے کہ جب نقطوی سرگروہ سید احمد کاشی ۱۰۰۲ھ میں مع ہزاروں نقطویوں کے قتل ہوا تو اس کے مصنفات میں ابوالفضل بن شیخ مبارک کا ایک منشور ملا جس سے اس کا نقطوی ہونا واضح ہے۔ حسن اتفاق دیکھیے کہ وہی فرمان جو تہران یونیورسٹی لائبریری کے ایک خطی انشا کے مجموعہ میں شامل ہے دستیاب حاصل ہو گیا جس کو پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب "اکبر اور مذہب" میں بطور ضمیمہ شائع کر دیا ہے۔ پروفیسر مذکور ہی کے توسط سے قلمی نسخے کا فوٹو بھی مل گیا۔ اس فرمان سے بہت سی مفید اور نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس فرمان پر راقم نے ایک مقالہ انگریزی میں لکھا ہے جو ہنوز شائع نہیں ہوا۔ اس اہم فرمان کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

• حضرت جلال الدین اکبر بادشاہ کا فرمان امیر احمد کاشی کے نام:

نسبت معنوی اور قرب باطنی دور بین اور حق شناس اہل نظر کی توجہ کا قبلہ رہا ہے، کتنا اچھا وہ خوش نصیب ہے جو روحانی تعلقات کو استوار کر کے اپنے رب کی پرستش میں شکار رہتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ نبوت کے باغ کے اس درخت اور پاکیزگی کے ریگ زار کے اس چشمے یعنی صفی الدین احمد کاشی پر یہ حقیقت پوری طرح روشن ہے۔ وہ درگاہ خداوندی کے اس نیازمند (یعنی اکبر بادشاہ) کی حق شناسی کے مراتب کی طرف پوری طرح متوجہ ہے۔ اسے جسمانی دوری کی وجہ سے آزردہ خاطر نہ ہونا چاہیے کہ ہم توجہ اور تربیت کے لحاظ سے (روحانی طور پر) ایک دوسرے سے نزدیک ہیں۔ چونکہ مدت سے میرے حقیقت اساس دل میں اہل ایران کی محبت کا خیال جاگزیں ہے۔ میری خواہش ہے کہ وہ محترم جماعت (میری) صوری و معنوی قرب حاصل کر کے ظاہری و باطنی کامیابی حاصل کرے اور اس ملک کے چھوٹے بڑے ہمارے زیر سایہ شرف اختصاص سے بہرہ یاب ہوں۔ اگرچہ اس حقیقت آگاہ کی اپنے عقیدت مندوں کے درمیان موجودگی حسن اتفاق حسنہ کا نتیجہ ہے۔ لیکن اس کے عرفان کی وجہ سے عقیدت مندوں کا چھوٹا طبقہ ہدایت پا چکا ہے۔ ضروری ہے کہ وارفتگی فہمی اور راہ خداوندی کی مشکلات کی صورت ہماری بارگاہ میں جہاں جزوی و افروی مسائل حل ہوتے ہیں پیش کر کے ارادت و عقیدت کی سلسلہ جنبانی کریں اور ہماری باطنی و روحانی توجہ کی خوشخبری جو اکسیر دانائی ہے۔ عقیدت مندوں میں شعب ایک خوار توں روحانی خبر پہنچا ہے یعنی سید الدین

درویش خسرو کو پہنچائیں جو کہ اخلاص ابوالفضل جیسے راست گو اور مردم شناس کے واسطے سے ہمارے مقدس ضمیر میں راسخ ہوا اور انھیں ہماری عنایت کا امیدوار بنائیں (ہماری توجہ کا یقین دلائیں) اور ایسی سعادت مند جماعت جو مادہ پرست ہے اور جن کے دل تقلید کے مادے سے آلودہ ہیں، ان کی رہنمائی کریں اور ان کی آنکھوں کو تحقیق کی روشنی بخشیں، اس ہونہار نوجوان کی خوبیوں اور ہنرمندیوں کی جلوہ نمائی ہماری چشم جہاں بین میں موجود ہے۔ مزید یہ کہ رشید الدین اسحاق جو بڑے فضلا اور اہل استعداد میں ہیں اور جو روحانیت و عرفان کے مشرب میں بڑے درجے پر فائز ہیں اگر وہ میرے دربار سے وابستہ ہو جائیں تو کیا مضائقہ ہے، آپ جیسی باخبر اور حق شناس ذات سے امید ہے کہ آمنا (نقطویوں) کی جو جماعت اس ملک میں پائی جاتی ہے۔ اس کی اطلاع دیتے رہیں گے۔ کسی خوش نصیب کی خوش نصیبی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ اسے ہمارے حضور مقدس کی سعادت جو اہل دل کی آنکھ کا سرمہ ہے، حاصل ہو۔ اگر موانع کی وجہ سے یہ سعادت حاصل نہ ہو سکے تو دوسری بار حضور مقدس میں اس کی حاضری بزم اقدس کے حقیقت شناس کی زبان زد ہو جائے۔

دوری مسافت کی وجہ سے محض مختصر سے تبرک کے ساتھ یہ صحیفہ مختص ہے۔

۸ آذر ماہ سنہ ۹۹۳ھ

اس فرمان کی اہمیت حسب ذیل وجوہ کی بنا پر ہے:

۱۔ اکبر کی نقطوی تحریک سے گہری وابستگی کا سب سے اہم اور نادر ماخذ ہے۔

۲۔ اس تحریک کی نسبت سے اکبر اور ابوالفضل کے تعلقات کا معتبر ترین ماخذ ہے۔

۳۔ صفویوں اور مغلوں کے تعلقات پر اس فرمان سے نئی روشنی پڑتی ہے۔ صفوی اس فرقے سے تعلق رکھنے والوں کو قتل کر رہے تھے۔ اس میں سیاسی اور دینی دونوں مصلحتیں تھیں۔ تو دوسری طرف اکبر بادشاہ ان کو ورغلا رہا تھا ان کے عقاید سے ہمدردی کے اظہار کے ساتھ ان کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دے رہا تھا۔ گویا یہ صریح مداخلت تھی۔

۴۔ کیسی عجیب بات ہے کہ میر سید احمد کاشی صفویوں کے نزدیک مجرم نقطوی ہے۔ اکبر اس کو ایسا ملزم جانتا ہے کہ اس کے نام منشور جاری کرتا ہے

جس میں اس کے زہد و تقوی کی بڑی تعریف ملتی ہے۔

۵۔ اس میں حسب ذیل تین نقطوی سرغنوں کی بے حد توصیف ملتی ہے

سید احمد کاشی

درویش خسرو

رشید الدین اسحاق

ان میں تیسرے کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے، البتہ پہلے دونوں کافی شہرت کے مالک ہیں۔

جیسا کہ تاریخ عالم آرا سے معلوم ہوتا ہے کہ سید احمد کاشی ایسا نقطوی سرگروہ تھا جس کے سیکڑوں عقیدت مند تھے، اس کی وجہ سے شاہ عباس کو خطرہ لاحق ہوا اور اس نے ایک منصوبے کے تحت ۱۰۰۲ھ میں کاشان میں تہ تیغ کر ڈالا۔ اس کی کنیت صفی الدین صرف اسی فرمان میں ملتی ہے، اسی سے مزید اس بات کا پتا چلتا ہے کہ درویش خسرو سے اس کے گہرے تعلقات تھے۔

درویش خسرو کی کنیت سدید الدین کہیں اور نہیں ملتی۔ یہ بھی نقطویوں کا بڑا سرغنہ تھا۔ اس کے مریدین میں ترک و تاجیک دونوں تھے۔ خیال ہوتا ہے کہ اس کی تبلیغ کا حلقہ ایران سے آگے نکل چکا تھا۔ ابوالفضل اس سے بہت متاثر تھا۔ خفیہ خط و کتابت بھی ہوگی، ورنہ وہ اس کے اخلاص و محبت کا ذکر شہنشاہ اکبر سے کیوں کر کرتا۔ ابوالفضل کے واسطے سے اکبر اس سے متاثر ہوا اور اسے اپنے دربار میں آنے کا دعوت نامہ دیا، لیکن درویش خسرو ہندوستان نہ آسکا اور لرستان کی مہم کے موقع پر اسے مع اس کے رفقا کے گرفتار کیا۔ اس مہم سے واپسی پر ان سب کو قتل کر دیا، یہ واقعہ بھی ۱۰۰۲ھ کا ہے۔

درویش خسرو اور احمد کاشی کا ذکر فارسی کے تذکروں وغیرہ میں کافی ملتا ہے۔

حیاتی کاشی اور میر شریف آملی کے علاوہ چند ایرانی پناہ گزین نقطوی ادیب کی اطلاع ہم تک پہنچی ہے مثلاً میر تشبیہی کاشی: اس کا نام علی اکبر تھا وہ کاشان کے ایک معزز سادات خاندان کا رکن تھا۔ بدایونی کے قول کے مطابق اس نے الحاد سے متعلق رسایل لکھے۔ وہ بادشاہ کو شخص معہود جانتا جو عدد (شخص) کے مطابق سنہ ۹۹۰ میں ظاہر ہوگا۔ وہ دو تین بار ہندوستان آیا گیا۔ آخری بار آیا تو نقطوی مذہب میں بڑا راسخ العقیدہ ہو گیا۔ اس نے بادشاہ کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ اہل تقلید کو ختم کر دیا جائے تاکہ حق ایک مرکز پر قایم ہو جائے اس نے ابوالفضل کے نام نقطوی مذہب کے مطابق ایک رسالہ لکھا جس کا دیباچہ اس طرح تھا۔

"بالله المعبود فی کل فضائه استعینه بنفسک الذی لا اله الا هو....."

سوال۔ خلق کہ گفتہ شود کدام است

جواب۔ خلق کہ گفتہ میشود انسان است

خلاصۃ الاشعار کے مطابق تشبیہی نے بچپن ہی میں شعرا کی صحبت اختیار کی اور کم عمری میں شاعری میں نام پیدا کیا۔ پھر ہندوستان چلا گیا تو تجرد اور درویشی پیشہ ہو گیا لیکن اہل حقد کی پیروی میں گمراہی کی وادی میں جا پڑا۔ ذہن

رباعی سے اس کے خیال کا پتہ چلتا ہے

بحر کرم، نسبت جود کہ برم ؟
محو عدم نام وجود کہ برم ؟
گویند کہ سجود پیش حق باید کرد
چو محو ہمہ حق شدم سجود کہ برم ؟

اس رباعی کا جواب غیرتی شیرازی نے اس طرح دیا۔

آنکس کہ بشرط نیست قائل ز کجا
اثبات کند کہ گشت واصل بخدا ؟
واللہ کہ ہست ثم باللہ کہ ہست
در مذہب ما ریختن خونش روا

"میخانہ" کے مطبوعہ نسخہ میں تشبیہی کا تذکرہ شامل نہیں البتہ اس کے دو خطی نسخوں میں اس کا ذکر آیا ہے۔ اگرچہ ان میں تشبیہی کو نقطوی نہیں بتایا گیا ہے لیکن حسب ذیل منقول ابیات سے اس کے نقطوی ہونے کا گمان ہو سکتا ہے؛

چون شمع تا بمہر تو از زندہ گشتہ ایم
سر دادہ ایم و باز ز سر زندہ گشتہ ایم
ما را کہ کشتہ اند بعہد ضربت فراق
دیگر ز یمن فیض نظر زندہ گشتہ ایم
ما را چو آفتاب مساوی ست مرگ و زیست
گر شام مردہ ایم سحر زندہ گشتہ ایم
تشبیہی از بجنج سر ما بریدہ اند
سر دادہ ایم و باز ز سر زندہ گشتہ ایم

ناظم تبریزی نے ایک خاص بات یہ لکھی ہے کہ آخر میں جب اس کے عقیدہ میں خلل پیدا ہوا اور وہ وادیٔ الحاد و گمراہی میں جا پڑا تو پھر خاموشی اختیار کر لی اور بیس سال تک خاموش رہا۔ یہ تذکرہ ۱۰۳۶ ہجری میں لکھا ہوا اس لیے تشبیہی کے خاموش رہنے کی زندگی تقریباً ۱۰۱۶ ہجری سے شروع ہوئی ہوگی۔

وقوعی نیشاپوری صاحب "مجامع الافکار" اکبر کے متعلق بدایونی کا بیان ملاحظہ ہو۔

"اس کا نام محمد شریف ہے مگر اس کا الحاد ہر شخص کے الحاد سے جدا ہے۔ نہ وہ [illegible] ہے اور نہ صباحی بلکہ وہ [illegible] کے
[illegible] ہے۔ وہ تناسخ کا قائل ہی نہیں بلکہ اس [illegible]
[illegible]

ے کہا کہ انھیں یہ بچارے منتظر ہیں کہ کب قالب انسانی میں آئیں۔"

۳۔ مولانا صوفی مازندرانی۔ اس کے بارے میں تقی کاشی کا یہ بیان ہے:

"ابتدائے جوانی میں اس کو سیاحت کا شوق غالب ہوا تو عراق آیا اور صوفیوں سے ربط و ضبط پیدا کیا۔ کچھ دنوں سلوک میں معروف رہنے کے بعد شاعری کی طرف متوجہ ہوا اور اس میں نام پیدا کیا۔ ساتھ ہی پیری و مریدی کا سلسلہ قائم رکھا۔ اس کے بعد وہ شیراز میں سکونت پذیر ہو گیا۔ یہاں اس کے معتقدین کی تعداد کافی بڑھ گئی لیکن ان ہی ایام میں کفر و الحاد اور نقطوی ہونے کا الزام لگایا گیا اور اس کی بدنامی کا یہ عالم تھا کہ جو کوئی بھی اس سے ملتا وہ لوگوں کی نظروں میں کھٹکنے لگتا۔ اس کے اشعار سے اس کے نقطوی ہونے کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ آخر بدنامی اور سزا کے خوف سے وہ شیراز سے نکل کھڑا ہوا اور اب ہندوستان میں اپنے ہم مشربوں اور دوستوں کے ساتھ اپنی زندگی اطمینان سے بسر کر رہا ہے"[۵۵]

"میخانہ" میں مولانا کے نقطوی ہونے کا ذکر تو نہیں ہے مگر وطن سے نکلنے کی جو وجہ لکھی ہے اس سے اس کے نقطوی ہونے کا قطعی گمان ہوتا ہے۔ اس زمانے کے بعض مصنفوں کی طرح "میخانہ" کا مولف بھی نقطوی فرقے کے متعلق کھل کر گفتگو نہیں کرنا چاہتا مثلاً لکھتا ہے[۵۶]:

"ابتدائے زندگی میں شوق سیاحت کا غلبہ ہوا تو مولانا محمد صوفی وطن سے شیراز آ گیا اور ایک مدت تک یہاں سکونت اختیار کی۔ یہیں اس کی شاعری کو فروغ ہوا۔ آخر کار ایک ایسی تقریب کی بنا پر جس کا ذکر نامناسب ہے وہاں وہاں سے بھی نکل کھڑا ہوا۔"

۴۔ باقر کاشی کے نقطوی ہونے کی داستان بڑی دلچسپ ہے اور ہم عصر تذکروں میں پوری تفصیل درج ہے جس کو مختصراً ذیل میں پیش کیا جاتا ہے عرفات[۵۷]:

"راقم حروف شاہ عباس کے ساتھ قزوین سے اصفہان جا رہا تھا۔ جب کاشان پہنچا تو میر سید احمد کاشی سرگروہ پسیخانی کو مع اس کے مریدوں کے شاہی حکم کے مطابق قتل کر ڈالا۔ اس زمانے میں درویش خسرو اور یوسفی وغیرہ اس جرم میں قتل ہوئے۔ سید احمد کاشی کے خطوط میں باقر کا بھی ایک خط نکلا جس سے اس کا نقطوی ہونا ظاہر ہوتا تھا۔ جب اس کے قتل کی باری آئی تو اس نے شاہ سے معذرت شروع کی کہ میں اس گروہ سے تعلق نہیں رکھتا اور ایک نقطوی پر عاشق ہوں اور میرا عشق اس وقت تک بار آور نہیں ہو سکتا تھا جب تک اس جماعت سے عقیدت مندی کا اظہار

ذکر تا۔ بادشاہ نے اس کا خون معاف کر دیا۔ اس کے کچھ دنوں بعد وہ ہندوستان چلا آیا اور بیجاپور میں ابراہیم عادل شاہ ثانی سے وابستہ ہو گیا۔[۲۲]

میخانہ: "باقر ہرات میں سید احمد کاشی کے لڑکے پر عاشق ہوا۔ چنانچہ جب سید مذکور نقطوی مذہب کی پیروی کے جرم میں پکڑا گیا تو باقر بھی زد میں آ گیا۔ جب باقر کے قتل کی باری آئی تو اس نے محمود بسیخانی کی مذمت میں ایک قطعہ شاہ عباس کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر باقر نے میر کے لڑکے کے ساتھ اپنے ارتباط کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

'اگر از در الحادنی آمدم راهم بسوے مطلوب نمی داد بنا براں ودیان

ایں فرقہ در آمدم۔

بادشاہ کو باقر کی بیگناہی کا پورا یقین ہو گیا۔ اس کی جان بخشی ہوئی۔ بالآخر وہ دکن میں ابراہیم عادل شاہ کے دربار سے منسلک ہو گیا۔[۲۳]

مآثر رحیمی: "ایک بار ایک ایسی تہمت کی بنا پر جو باقر جیسے لوگوں پر کبھی صحیح نہیں ہو سکتی اور اس طرح کے موحدوں کو ملحد ٹھہرانا بڑی نادانی ہے۔ شاہ عباس کے حکم سے راقم حروف کے بھائی آقا خضر حاکم کاشان کے پاس ایک سال تک قید میں رہا۔ کمترین اکثر اس کے پاس آمد و رفت رکھتا۔ یہاں تک کہ اس کی بیگناہی پوری طرح عیاں ہو گئی اور وہ عنایاتِ شاہی سے بہرہ ور ہوا۔ کچھ دنوں بعد وہ ہندوستان چلا آیا۔"

ان تینوں بیانات کی تفصیلات میں جزئی اختلاف ہے مگر یہ بات پوری طرح ثابت ہے کہ باقر دین نقطوی کے جرم میں ماخوذ ہوا اور منجملہ اور وجوہ کے ہندوستان چلے آنے کی یہ بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔

۵۔ حکیم عباد اللہ کاشانی: وہ مجموعہ فضائل کے ساتھ نقطوی بھی تھا۔ سنہ ۱۰۰۵ ہجری کے قریب ہندوستان آیا اور اکثر اوقات لاہور میں مقیم رہا۔ تقریباً سنہ ۱۰۲۵ میں جہانگیر کے دربار میں حاضر ہوا، تو سرکاری وظیفہ اس کے نام جاری ہو گیا جو اسے برابر ملتا رہا۔

۶۔ عبد الغنی یزدی: "عرفات" کے بیان کے مطابق عبد الغنی ۱۰۲۲ ہجری میں آگرہ آیا اور اللہ مرکبی کے نام سے موسوم ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ رند مشرب تھا اور یزد میں نقطویوں کی صحبت میں پڑ گیا۔ جب جہانگیر کے دربار میں آیا تو سلام کے بدلے اس کی زبان پر "لا الٰہ الا الله مرکبا لمبین" جاری ہو گیا۔ بادشاہ بہت متعجب ہوا تو لوگوں نے محمود بسیخانی کے اسرار سربستہ کا ذکر کرتے ہوئے عبد الغنی کو بسیخانی جماعت کا ایک فرد بتایا مگر تحقیق کے بعد اس کا نقطوی ہونا مشتبہ قرار پایا۔

میر مومن ادائی: اس کے متعلق "تذکرۂ نصر آبادی" میں ہے:

" وہ خوش فکر شاعر ہے خصوصاً رباعی بہت اچھی کہتا ہے۔ بیس سال
سے ہندوستان میں مقیم ہے۔ ترک وطن کی وجہ تہمت الحاد ہے مگر حاجی
ملیحا نے اس کے زہد اور اتقا کی تعریف کی۔"

تذکرہ نصر آبادی کا مرتب لکھتا ہے اس اعتبار سے تقریباً ۱۰۵۰ھ میں عہد شاہجہانی کے وسط میں وارد ہندوستان آیا ہوگا
تقی بیرزادہ کے بارے میں مآثر رحیمی میں ہے کہ اس کی اصل تو مازندران سے ہے مگر اس کا باپ مشہد میں
میں متوطن ہو گیا تھا۔ تقی بہت وسیع المشرب تھا۔ اس لیے اس پر الحاد کا الزام لگاتے ہیں۔
میر مومن اور تقی بیرزاد کو صراحۃً نقطوی نہیں بتایا گیا ہے لیکن چونکہ اس زمانے میں نقطویوں کو عموماً ملحد و
بے دین کہتے تھے۔ اس لیے گمان ہوتا ہے کہ یہ الحاد زندقہ و دین نقطہ کے علاوہ کچھ نہ رہا ہوگا۔

• ثنائی خان ہروی۔ بقول بدایونی اس کا نام علی اکبر تھا، بادشاہ کے نام کے ساتھ یکسانی کی وجہ سے اس نے اپنے تمام رسالوں میں جو نقطوی خیالات کے ترجمان تھے، اپنے کو اور بادشاہ کو شخص موعود قرار دیتا تھا جس کا ظہور ۹۹۰ھ میں ہوگا۔ یہ تاریخ لفظ شخص کے عددی اعداد کے جوڑنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس بات کا ثبوت محمود بسیخانی کے قول سے فراہم کرتا ہے۔ اس نے آفاقیہ کو نظم کا جامہ پہنایا تھا اور تصوف کا ایک رسالہ منظوم کیا تھا جس میں مہمل اشعار کی بھرمار تھی۔

آخر میں دسویں اور گیارہویں صدی کے ایک بڑے مشہور دانشمند، ادیب اور شاعر میر ابوالقاسم فندرسکی کا ذکر نامناسب نہ ہوگا۔ میر فندرسکی زبردست عالم تھے۔ جو مختلف علوم میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ شاہ عباس اور شاہ صفی کے معاصر تھے۔ قانون و شفا کا خصوصی درس دیتے تھے جن میں بڑے بڑے فاضل شریک ہوتے۔ انھوں نے ہندوستان کا بھی سفر کیا اور یہاں بھی ان کے علم و فضل کا شہرہ قایم رہا، آخر میں وہ اپنے وطن ایران لوٹ گئے، ۱۰۵۰ھ میں وفات پائی ان کی متعدد تصانیف ہیں جن میں ایک جوگ بششٹ کی شرح یا حاشیہ ہے۔ ان کا ایک مشہور قصیدہ لغت نامہ دہخدا میں درج ہے جس کا مطلع یہ ہے:

چرخ با این اختران نغز و خوش و زیباستی   صورتی در زیر دارد ہر چہ بر بالاستی

میر فندرسکی صاحبان جاہ کی معاشرت سے احتراز رکھتے تھے۔ فقرا و اہل حال کی مجلس اُن کو پسند تھی۔ ہر طبقے کے لوگوں کے پاس ان کا اٹھنا بیٹھنا رہتا۔ موٹا جھوٹا کھاتے اور کمتر درجے کا لباس پہنتے۔ عام لوگوں کے مجمع کی وجہ سے وہ شاہ عباس کی نظر میں کھٹکے اور اس نے تحقیقات کی تو اسے کوئی چیز قابل گرفت نہ ملی۔ صاحب دبستان المذاہب کے بقول آذر کیوان کے مریدوں سے ان کی راہ و رسم تھی اور وہ ان کے خیالات سے متاثر تھے۔ آذر کیوان کا بھی تعلق اکبری عہد سے تھا اور وہ دساتیر تحریک کے بانیوں میں تھا۔ یہ جعل سازوں کی ایک جماعت تھی جنھوں نے دساتیر جیسی کتاب گھڑی جس کی زبان من گھڑت اور جس کے مطالب خود ساختہ، اس کے باوجود ہزاروں ایرانی اور ہندوستانی ادیب و شاعر اس کے جال میں پھنسے اور بری طرح پھنسے ہمارے محبوب شاعر غالب بھی اس کے چکر میں آگئے تھے۔

اگرچہ صحیح طور پر معلوم نہیں کہ میر فندرسکی پر آذر کیوانی تحریک سے کسی حد تک متاثر تھے۔ بہرحال اس پُر فریب تحریک سے متاثر ہونا بھی جال میں پھنسنے کے مترادف ہے، نقطوی تحریک بھی اس دور کی ایک مخالف اسلام تحریک تھی جس کی آزاد خیالی ضرب المثل تھی کیا عجب کہ میر فندرسکی بھی اس آخر الذکر تحریک سے بھی متاثر ہوں اور نقطوی آئمہ سے ربط ضبط رکھتے ہوں، یہ قیاس تحقیق طلب ہے۔

صرف اتنے ہی نقطویوں اور دین نقطوی کی پیروی کے ملزموں کے نام ہم کو معلوم ہیں جو ایران سے بھاگ کر ہندوستان میں پناہ گزین ہوئے تھے لیکن اگر تاریخوں، تذکروں اور گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری کی دوسری تحریروں کا عمیق مطالعہ کیا جائے تو اور بھی نقطویوں کا حال معلوم ہو جانے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

اس مقالے کے ذریعے لوگوں کی توجہ ایک ایسی اہم تحریک کی طرف منعطف کرانا مقصود ہے جس کے بارے میں ابھی معلومات بہت کم ہیں لیکن جس کی اہمیت ہندوستان کی تاریخی و تہذیبی مطالعے میں کسی طرح نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔

ہندوستان میں اکبر کی اور معاصر ایران میں شاہ عباس کبیر کی مذہبی پالیسی کی نسبت سے یہاں چند باتوں کا اعادہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اکبر شروع میں اسلام کے شعائر کا پاسدار تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی مذہبی پالیسی بدلتی گئی اور نوبت دین الٰہی تک پہنچی، اس کا دور مذہبی آزاد خیالی کے اعتبار سے اپنی آپ مثال ہے۔ معاصر ایران میں صفوی دور کی مذہبی پالیسی تشیع کی تبلیغ اور اس کو فروغ دینے پر مرکوز تھی، چنانچہ پورے ایران میں تشیع کی تبلیغ کمیں بڑی سختی برتی جانے لگی اور بزور شمشیر شیعہ بنائے جانے کے واقعات عام ہو گئے۔ مذہبی آزادی باقی نہ رہ گئی اور جو لوگ آزاد خیالی کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے وہ بڑے شکنجے میں تھے، انھیں میں نقطوی مبلغ بھی شامل تھے۔ وہ اپنی مذہبی آزاد خیالی کے باعث بری طرح قتل ہوئے۔ اکبر خود آزاد خیال تھا اور نقطویوں کی آزاد خیالی سے کافی متاثر۔ ہندوستان کی یہ فضا یہاں نقطویوں کے لیے نہایت سازگار تھی اور وہ ایران کی سختی سے تنگ آ کر ہندوستان آنے لگے۔ اکبر کہنے کو تو شاہ عباس کا بہی خواہ نظر آتا ہے لیکن وہ اس کی مذہبی سختی سے نالاں تھا۔ اسی لیے اس نے ایک طویل اور اہم خط شاہ عباس کو لکھا ہے جو اس کی مذہبی پالیسی کا خواہ داخلی ہو یا خارجی آئینہ دار ہے۔ وہ شاہ عباس کو برنگ نصیحت لکھتا ہے، پھر وہ صلح کل اور سارے بنی نوع کے ایک ہونے کا پیغام دیتا ہے۔ اس خط کے بعض حصوں کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے :

"اس طرف کے آنے جانے والوں سے ایران اور اہل ایران کے اضطراب حال کی داستان جس سے اطمینان ظاہر ہوتا سننے میں نہیں آتی ہے اور آپ جیسے پاک نژاد (یعنی شاہ عباس) کے ضمیر مبارک کے حالات ظاہر نہیں ہوتے، جب کہ میرا دل پورے اخلاص کے ساتھ آپ کی اپنے مقصد میں کامیابی کی خبر سننے کا مشتاق ہے۔ آمید ہے کہ آپ مراسلات کا سلسلہ جاری رکھیں گے اور ہر روز کے حالات سے مطلع فرماتے رہیں گے اور آج جب کہ ایران میں تجربہ کار اور دور بین دانش مند کم دکھائی دیتے ہیں۔ آپ جیسے پاک نژاد فرمانروا کو ملکی انتظام اور بہبودی عوام کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے اور ہر کام میں نہایت درجے ہوش مندی اور عاقبت اندیشی کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو [illegible]

تمدنوں میں اس نے ملازموں کی خوشیوں اور کوتاہیوں کی طرف اغماض برتنا چاہیے۔ حلقوں اور مناقشوں میں امتیاز برتنا چاہیے، آدمیوں کے قتل اور "بنیان ربانی" کے انہدام میں بڑی احتیاط کرنا چاہیے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے مخلصین خود غرض دشمنوں اور مفسدوں کی حیلہ پردازی کی دولت سعادت سے محروم ہو جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات انھیں خونبہا بڑا اجل بھی بدبینا پڑتا ہے۔ بہت سے دوست نما دشمن عقیدت کا لباس پہن کر اساس دولت کی تخریب میں کوشاں ہوتے ہیں۔ فرمانروا کے لیے آدمیوں کے ضمیر کا پہچاننا بہت ضروری ہے۔ عارضی دنیائی بے اعتبار دولت کو اللہ تعالیٰ کی مرضیات کا معاون قرار دینا چاہیے اور انسان اللہ تعالیٰ کے خزانے کے نایاب جواہر ہیں۔ ان پر شفقت اور عنایت کی نظر ڈالنی چاہیے اور ان کی تالیف مطلوب چاہیے، رحمت عامہ میں ہر ملت و مذہب کے لوگوں کو شامل رکھنا چاہیے اور انتہائی محبت و شفقت کو کام میں لا کر "صلح کل" کے سدا بہار گلشن میں داخل ہونا چاہیے اور اپنی دولت افزائی کا مطالعہ اپنا نصب العین بنانا چاہیے جب خدائے تعالیٰ نے اپنے "مختلف الخیال" اور "مختلف الاحوال" بندوں پر ہر فیض کا دروازہ کھول رکھا ہے اور وہ اُن کی ہر حال میں پرورش کرتا رہتا ہے تو سلاطین پر چونکہ وہ ظل اللہ ہیں، لازم ہے کہ وہ انسانی ہمدردی کا طریقہ اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں، خالق عالم نے سلاطین کو طبقات انسانی کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں، دنیا کے انتظام اور مخلوق عالم کی پاسبانی کے لیے منتخب کیا ہے کہ وہ طبقات کے ناموس اور اموال کے محافظ ہیں اور یہ بات واضح ہے کہ جب آدمی دیدہ و دانستہ دنیاوی کام کے اعتبار سے جو ناپائیدار اور فانی ہے، خطا نہیں کرتا تو دین و مذہب کے کام میں جو باقی رہنے والا ہے کیوں تساہل برتے گا۔ پس ہر طبقے کا حال دو صورتوں سے الگ نہیں یا وہ حق بجانب ہیں تو اس صورت میں منصف عامل کو بجز اطاعت چارہ نہیں اور اگر کسی کام میں ان سے کسی کام میں سہو یا لغزش ہوئی ہے یا نادانی ظہور میں آئی ہے تو یہ شفقت و رحمت کا مقام ہے، شور و غل موسومی کا نہیں، فراخ حوصلہ ہونا چاہیے۔ اس کی برکت سے صورت و معنی میں وسعت اور عزو دولت میں اضافہ ہوگا۔ ان دولت افزا امور

کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کم فرصتی کے مواقع اور قوت غضبی کے غلبہ کے وقت دوست و دشمن دشمن کے گمان میں پامال نہیں ہوتے اور دوست نما دشمن کے مکر و فریب کی گرم بازاری نہیں رہ جاتی، کوشش و عمل کے مسند پر خود بیٹھنا چاہیے کہ یہی سلطنت کے ستون کی بنیاد ہے، تحمل و بردباری کو اپنا دائمی مصاحب بنانا چاہیے کہ دولت پایدار کی اساس اسی پر قایم ہے۔"

اکبر کے اس فرمان کے دو جواب مرتب ہوئے تھے، ایک کا لہجہ سخت اور دوسرے کا نرم تھا۔ یہ آخری اکبر کے پاس ارسال کیا گیا تھا، اس میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

نصایح دلپسند و پند سودمند کہ متضمن مصالح دین و دولت بود بمشاطہ افکار منشیان بلاغت نشان بجواہر زواہر حکمت عملی و نظری حرفہ مزین و آراستہ بود۔

دوسرے میں داخلی و خارجی امور کے ذکر کے بعد دو باتیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

۱۔ بخارا اور ماوراء النہر کے دوسرے علاقوں میں دوازدہ امام کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہوگا اور اعدائے دین پر تبرا مروج ہوگا۔

۲۔ صلح کل کی تنقید کے جواز کی یہ صورت ہے کہ اشقیائے دین سے ہر کسی نے جنگ کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔

حوالے

۱ بدایونی اور مبلغ الرجال میں پسیخوانی ہے لیکن صحیح پسیخانی ہے۔

۲ جغرافیای ایران ۲: ۵۲۔

۳ ایضاً ص ۸۰، ۲۸۳۔ ظہیر الدین مرعشی کی تاریخ گیلان و دیلمان میں اور عبدالفتاح فومنی نے تاریخ گیلان میں کئی جگہ پسیخان کا ذکر کیا ہے۔ دیکھیے۔ آخر الذکر کتاب ص ۵۳، ۵۰، ۶۷ وغیرہ۔

۴ "نقطویان یا پسیخانیان" ڈاکٹر صادق کیا، ص ۴۳۔

۵ سید فضل اللہ استرآبادی بانی فرقہ حروفیان۔ وہ آیات قرآنی کو نئے انداز سے تفسیر کرتا۔ اس کی تفسیر کی بنیاد حروف کی اصالت پر تھی، یہ تیمور کے بیٹے میران شاہ کے حکم سے ۸۰۴ھ میں قتل ہوا (فرہنگ معین ۶: ۳۶۹)

۶ نسخہ ہائے خطی پٹنہ، ذیل حالات فضل اللہ۔

۷ منتخب التواریخ بدایونی۔ جلد ۲۔ ص ۲۴۲۔

۸ ایضاً جلد ۲۔ ص ۲۴۲۔

ھ بالخندان جوبیان۔ ۴۶۱ - ۵۰۰

ثہ عرفات العاشقین میں "شانزدہ رسالے" ہیں۔

تہ نسخۂ اصل، نقد رجال۔

کہ اس کے دو نسخے ملتے ہیں، ایک انڈیا آفس لندن میں، دوسرا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مولانا آزاد لائبریری میں۔ خواجہ عبیداللہ کی پرورش حضرت باقی باللہ کے خلیفہ خواجہ حسام الدین کے یہاں ہوئی۔ آخرالذکر کی بیوی شیخ مبارک کی بیٹی اور ابوالفضل کی بہن تھی۔ اس لیے خواجہ عبیداللہ نے ابوالفضل کے بارے میں مبلغ الرجال میں جو کچھ لکھا ہے وہ کافی اہمیت رکھتا ہے۔

ے نسخۂ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ۔ ورق ۳۱ - ۳۲۔

کہ ڈاکٹر کیا نے ۱۰۳۱ھ لکھی ہے (نقطویانو ص ۵)

وہ دبستان المذاہب ص ۳۰۳۔ ارس ایک بڑا دریا ہے یہ ترکی کے کوہ ہزار سے نکلتا ہے۔ ایران و قفقاز کے درمیان بہتا ہوا بحر خزر میں گرتا ہے۔ اس کی لمبائی ۱۰۰۰ کلومیٹر بتائی جاتی ہے (فرہنگ معین ج ۱- ص ۱۲۰)

دبستان میں ہے کہ ایک "واحد" کے بقول حافظ بھی نقطوی تھے۔

ثہ مآثر الامرا ج ۳ ص ۲۰۵ ذیل حالات میر شریف آملی میں اس کو بطور خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مرید کہتے ہیں کہ جب حضرت محمد صلعم کا جسد کامل تر ہوا تو اس سے محمود کی تخلیق ہوئی۔ بیشک مقاماً محموداً سے اس کی شہادت ملتی ہے۔ وہ خاک کو نقطہ اور مبداء اول جانتا ہے اور نفس ناطقہ کے تجرد کا قائل نہیں ہے۔ وہ رجعت و تناسخ بے پایاں رکھتا ہے۔ اس کے مذہب میں مجرد واحد اور تناسخ امین ہوتا ہے۔ محمود مہدی موعود ہونے کا دعوے دار ہے۔

ثہ قرآن کی آیت ۱۷: ۷۹ یہ ہے۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔ امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے۔ متن میں آیت میں رد و بدل کر لیا ہے۔

ثہ قرآن سورہ ۴۲ آیت ۱۱ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔

ثہ بظاہر یہ قیاس درست نہیں ہے لیکن رود ارس کا اس عقیدت سے ذکر کرنا معنی خیز ضرور ہے۔

ےہ اس کے حالات کے لیے دیکھیے راقم کا مقالہ معاصر پٹنہ، شمارہ ۱۵۔

لہ محمود دہار شیرازی اور نقطوی شاعری امری سے سخت اختلاف تھا۔ چنانچہ امری نے محمود کی ہجو میں کئی نظمیں لکھیں۔ چند ہجویہ ابیات ریاض الشعرا ورق ۳۳ ب پر نقل ہیں۔

حہ بحوالہ "نقطویانو یا پسیخانیانو" ص ۳۲۔

ےہ محمد باقر پسر محمد تقی لاہیجی "تذکرۃ الائمہ" میں لکھتا ہے:

"محمود دہری ملاحدہ کی جماعت سے تعلق رکھتا ہے اور عناصر اربعہ کا قائل ہے۔ اس کی ایک کتاب میں ہر جگہ "لا الہ الا المرکب المبین" اور چار نقطے کھے ہوئے ملتے ہیں۔ بحوالہ نقطویان یا پسیخانیان ص

۲ـہ نقطویان یا پسیخانیان ایضاً

۳ـہ پسیخان گیلان کا ایک قریہ ہے، اس لیے مصنف نے اسے محمود گیلانی لکھا ہے۔

۴ـہ اصل فارسی متن میں "جنم" ہی ہے۔ یہ لفظ ہندوستانی اثرات کا نمائندہ ہے۔

۵ـہ تقی اوحدی صاحب عرفات العاشقین کو امری سے اختلافات تھے اور دونوں میں کئی بار علمی مناظرے بھی ہوئے تھے۔ دیکھیے عرفات نسخۂ خطی بانکی پور پٹنہ۔ ورق ۱۲۵ - ۱۲۶

۶ـہ ریاض الشعرا تالیف والہ داغستانی نسخۂ خطی لکھنؤ۔ ورق ۳۳ ب، نسخۂ کتاب خانۂ مولانا آزاد علی گڑھ، ص ۴۲ - ۴۳۔

۷ـہ مولف ہفت اقلیم (نسخۂ لکھنؤ ورق ۳۳۰ ب) اور عبدالباقی نہاوندی صاحب مآثر رحیمی (ج ۳، ص ۱۴۹۰) اس بات میں صاحب عرفات سے متفق ہیں کہ امری اندھا کر دیا گیا تھا گو آخر الذکر میں اس پر نقطوی ہونے کا الزام دشمنوں کی افترا پردازی ہے۔

۸ـہ ذیل واقعات نہصد و ہشتاد و سہ۔

۹ـہ امیرخان موصلو ترکمان کے لیے دیکھیے عالم آرای عباسی ص ۱۲۵، ۱۳۹، ۱۶۹ وغیرہ۔

۱۰ـہ آقای ملا دو آتدار قزوینی کا بیٹا، نورجہاں کا حقیقی ماموں کاشان کا حاکم۔

۱۱ـہ خلاصة الاشعار خطی (انڈیا آفس لندن نمبر ۲۴۸) ورق ۴۳۔

۱۲ـہ ۹۹۳ھ کے لکھے ہوئے نسخہ میں (انڈیا آفس نمبر ۲۴۶) "الحال" ہے۔

۱۳ـہ اس سے معلوم ہوا کہ خلاصة الاشعار بھی ہندوستان میں مرتب ہوا تھا۔ فصیح انجمن ص ۱۲۴ - ۱۲۵ میں ہے کہ اگرچہ علم نقد میں دانائی نقطویان کا مرکز تھا مگر آخر میں تائب ہو گیا تھا، حیاتی کاشی حیاتی گیلانی سے الگ ہے۔

۱۴ـہ عالم آرای عباسی ج ۱۔ ص ۳۴۳، ۴۴۴، ۴۷۳۔

۱۵ـہ عالم آرای میں دوسری جگہ وہ نقطویوں کا سرگروہ بتایا گیا ہے۔

۱۶ـہ یہ تہران یونیورسٹی کے انشا کے ایک مجموعہ (نمبر ۲۶۹۰ - ص ۱۵۲ - ۱۵۳) میں ملا ہے۔

۱۷ـہ خلاصة الاشعار نسخۂ مجلس شورای ملی تہران

۱۸ـہ خلاصة الاشعار ذیل شعرای کاشان۔

۱۹ـہ ایضاً ذیل شعرای اصفہان۔

۲۰ـہ تفصیل کے لیے دیکھیے عالم آرای عباسی، تاریخ جلال منجم یزدی، خلاصة الاشعار، عرفات العاشقین، مآثر رحیمی وغیرہ۔

بیاض نسخہ علی گڑھ ورق ۲۹۰ الف کی رو سے وہ قزوین میں قتل ہوا۔

اکبر، ابوالفضل کے خط کا ذکر عالم آرائے عباسی ج ۲۔ ص ۴۷۵، اور ماثر الامراء ج ۲ ص ۱۱۸۔۱۱۹
میں ہے لیکن سید احمد کے سیکڑوں معتقدین کے قتل کیے جانے کا ذکر معاصر تذکروں میں ملتا ہے۔ مثلاً دیکھیے
عرفات العاشقین ورق ۱۵۲، بیاض (علی گڑھ) ورق ۲۹۰، ماثر رحیمی ج ۳ - ص ۱۹۲۔

عالم آرائے عباسی ج ۱۔ ص ۴۷۶ -

خط تو دستیاب نہیں ہے، لیکن اکبر کا ایک فرمان تہران یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے، اس سے واضح
ہے کہ ابوالفضل ایرانی نقطویوں سے ربط ضبط رکھتا تھا۔ خاص طور پر درویش خسرو کی اس نے بڑی تعریف
کی ہے۔

نقطویان کے ۱۰۰۰ھ کے قتل کے واقعے سے بہت پہلے ۹۸۵ھ میں وہ ہندوستان چلا آیا تھا۔ (دیکھیے
بدایونی ج ۲ ص ۲۴۵) -

ایضاً جلد ۲۔ ص ۳۲۹ -

منتخب التواریخ ۔ جلد ۲ ۔ ص ۲۴۵ - ۲۴۸

ماثر الامراء جلد ۲۔ ص ۲۸۵ - ۲۹۰

ایضاً جلد ۲۔ ص ۲۸۵ تا ۲۹۳۔ ماثر الامراء میں دو تین باتوں کی مزید تصریح ہے۔ اول عالم آرائے
عباسی کے واقعہ قتل عام نقطویان (۱۰۰۲ھ) کی وضاحت ہے کہ کس طرح شاہ عباس کی نحوست کے دفع کے لیے
تین روز یوسفی ترکش دوز کو تخت پر بٹھایا اور پھر قتل کیا
درویش خسرو جو نقطویوں کا سرغنہ تھا، نقطوی جم میں قتل ہوا۔ آخر میں ۱۰۰۲ھ میں میر سید احمد کاشی اسی
جرم میں قتل کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہزارہا نقطوی موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔
عالم آرائے عباسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قتل عام کے بعد میر سید شریف آملی وارد ہند ہوا، لیکن یہ
صحیح نہیں، میر ۹۸۴ یا ۹۸۵ھ میں دربار اکبری سے وابستہ ہوا ہوگا۔
محمود پسیخانی کے عقاید کی تشریح۔ وہ ۸۰۰ھ میں اپنے عقاید کی تبلیغ میں مصروف ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب
جسد کامل ہوا تو اس سے محمود کی تخلیق ہوئی۔ بیشک تمام محمود سے یہی نتیجہ نکلتا ہے، نقطے سے خاک ہوا
ہے۔ وہی مبداء اول ہے۔ اسی سے دوسرے عناصر کی تخلیق ہوئی۔ افلاک کا بھی شمار عناصر میں ہے۔ وہ
نفس ناطقہ کے تجرد کی طرف متوجہ نہیں، رجعت و تناسخ کا قایل ہے۔ اس طریقے میں غیر شادی شدہ "ایمہ"
اور شادی شدہ "واحد" ہے، ان کا سلام الله الله ہے۔ محمود اپنے کو مہدی موعود کہتا ہے۔ دین
منسوخ ہو گیا، اب دین محمود مروج ہے۔

۵۲ دیکھیے فرمان کا متن جس کا ترجمہ ابھی نقل ہو رہا ہے۔

۵۳ یہ فرمان "دفتر ابوالفضل" دفتر اول، نول کشور ۱۲۸۰، ص ۴۲ تا ۴۳ نقل ہے۔

۵۴ جانی بیگ فرمانروائے سندو ٹھٹھہ۔ دیکھیے فرمان ص

۵۵ عالم آرائے عباسی ج ۱۔ ص

۵۶ اُمنا امین کی جمع ہے، نقطوی فرقے کی ایک اصطلاح ہے جس کی رو سے امناوہ لوگ جو شادی شدہ ہوں، غیر شادی شدہ " واحد" کہلاتا ہے، نقطویوں میں واحد کا درجہ بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ " امنا " عام نقطوی جماعت کے معنی میں مستعمل ہے۔

۵۷ بلحاظ قمری یہ سال ۹۹۴ھ ہے جو اکبر کی حکومت کا ۳۱ واں سال ہے اور آذر ماہ ستمبر ہے یعنی ستمبر ۱۵۸۶ء میں جو ۱۹ شعبان ۹۹۴ھ کے مطابق ہے یہ فرمان جاری ہوا ہوگا۔

۵۸ میر شریف کے متعلق " عرفات عاشقین " میں بھی ہے۔

" در اوایل قلندرانہ و مجردانہ سیاحت می نمود۔ چون بملازمت اکبر شاہ رسید بہ سلطنت و امارت قیام نمود۔ گویند از امنا، پسیخانی بودہ " البتہ " خلاصۃ الاشعار " میں میر کا تذکرہ شامل نہیں ہے۔

۵۹ " منتخب التواریخ " جلد ۳۔ صفحہ ۲۰۶ - ۲۰۷۔ یہاں اوراق بے ترتیب ہیں۔

۶۰ نسخہ دیوان ہند نمبر ۶۶۸ اوراق ۵۳ - ۵۷

۶۱ نسخہ کتابخانہ ملک (تہران) اور نسخہ کتاب خانہ علی گڑھ (مسلم یونیورسٹی)۔ " میخانہ " کے قلمی نسخوں کے زاید مطالب راقم حروف کی طرف سے اورینٹل کالج میگزین، لاہور کے تین شماروں (نومبر ۵۶، فروری ۵۷، مئی ۵۷) میں شائع ہو چکی ہیں۔ تشبیہی کا حال آخری شمارے کے صفحات ۱۰۲ تا ۱۰۹ پر ملے گا۔ " عرفات عاشقین " (ورق ۱۲۵ کی اس عبارت میں اس کو " ملامتی " بتایا گیا ہے:

" ہمیشہ در گورستان بسر بردی، و پیوستہ در زمرۂ ملامتیہ بر آمدی و سنگ طعنۂ العالم بر پشت دیوار سلوک خوردی۔"

۶۲ " نظم گزیدہ " ورق ۲۲۵ الف

۶۳ منتخب التواریخ۔ جلد ۳۔ ص ۲۴۸ - ۲۴۹ -

۶۴ اس تاریخ کا ایک روٹوگراف مسلم یونیورسٹی شعبۂ تاریخ میں موجود ہے۔

۶۵ خلاصۃ الاشعار کے ۹۹۳ ہجری والے نسخے میں مولانا محمد کا حال نہیں ہے۔ البتہ اور تمام نسخوں میں موجود ہے مثلاً ملاحظہ ہو نسخۂ دیوان ہند نمبر ۶۶۷ ورق ۱۵۲۱ ب بعید

۶۶ تقریباً ۱۰۱۰ ہجری۔

[illegible] مونت "وفات" نے اصحاب دگرات میں سے وفا سے ملاقات کی تھی۔ "وفات" سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں اس کی تمنائے نوری سے یہاں تک ناخوش گوار ہو گئی تھی کہ وہ نوری کے مرض موت میں بھی نہیں گیا البتہ جنازہ میں شریک ہوا تھا۔ (فہرست بانکی پور جلد ۳ ص ۶۱) البتہ ناظم تبریزی نے (نظم گزیدہ، ورق ۲۷۶) اس کو نقطوی ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

[illegible] طبع ور ص ۲۲۵

[illegible] ورق ۱۰۳ الف

[illegible] یوسفی ترکش دوز وہی ہے جس کو شاہ عباس کی نحوست کی گھڑی دور کرنے کے لیے تین روز تخت نشین کرایا گیا اور پھر قتل کیا، عالم آرائے عباسی میں حکیم رکنائے کاشی کے یہ اشعار جو اس موقع کی مناسبت سے کہے گئے تھے، درج ہیں:

شاہا تو لی کرد اسلام تیغ تو غزات	ہزار ملحدی چون یوسفی مسلمان کرد
خادو درد لم از یوسفی و سلطنتش	دو بیت قطعہ شالی کہ شرح نتوان کرد
جہانیان ہمہ رفتند پیش او بہ سجود	سی کہ حکم تو اش پادشاہ ایران کرد
نکرد سجدۂ آدم بحکم حق شیطان	ولی حرم تو آدم سجود شیطان کرد

عالم آرائے عباسی، ج ۱، ص ۴۷۴۔ ۴۷۵۔

[illegible] "مجمع النفائس" اور "صحف ابراہیم" میں بھی میر کا ذکر ضمناً آگیا ہے اور دونوں جگہ اور محمود ملحد کا پیرو (استاد) بتایا گیا ہے۔

[illegible] نسخۂ خطی ورق ۲۹۰۔ بعد

[illegible] جلد ۲۔ ص ۴۶۲۔ ناظم تبریزی نے اس کو نقطوی تو نہیں بتایا ہے مگر طریق انصاف و حسن خلق میں اس کی کوتاہی کا ذکر کیا ہے۔ (نظم گزیدہ، ورق ۲۲۱ الف) "خلاصۃ الاشعار" میں باقر کاشی کا تذکرہ شامل نہیں۔ البتہ اس نام کا ایک اور شاعر شامل ہے۔ خان آرزو نے "مجمع النفائس" (ورق ۵۰۔۵۸) میں باقر کے ماخوذ ہونے کی داستان بڑی تفصیل سے بیان کی ہے جو لگ بھگ "وفات" کے بیان کے مشابہ ہے۔

[illegible] "عرفات عاشقین" ورق ۵۰۰ الف۔

[illegible] ورق ۲۲۵۔ الف

[illegible] تذکرۂ نصرآبادی ص

[illegible] جلد ۳۔

[illegible] تحفۃ الحبیب۔ جلد ۳۔ ص ۲۷۹۔ ۲۸۰

[illegible] ان کے حالات کے لیے دیکھیے منتخب دہخدا۔ ابوسعد۔ اثبات، ص ۱۳۲، فرہنگ سیستانی ص ۳۰۰۔

[illegible] مقدمہ جوگ بششٹ، بقلم پروفیسر سید امیر حسن عابدی۔

[illegible] جوگ بششٹ سنسکرت زبان میں ایک فلسفیانہ تصنیف ہے جس میں حصول معرفت کی تلقین ملتی ہے (دیکھیے مقدمہ ایضاً)۔ اس کو نظام الدین پانی پتی نے سلطان سلیم جہانگیر کے لیے اکبر بادشاہ کے عہد میں ۱۰۰۶ھ میں فارسی کا جامہ پہنایا تھا۔ اس کے کئی نسخے ملتے ہیں۔ ایک نسخہ کتاب خانہ مشکوۃ دانشگاہ تہران زیر شمارہ ۲۴۶ ۲ موجود ہے۔ پانی پتی کے ترجمے کے بعد دارا شکوہ کے زیر نظر ۱۰۶۶ھ میں جوگ کا ترجمہ دوبارہ فارسی میں ہوا۔ پروفیسر سید امیر حسن عابدی اور ڈاکٹر تارا چند کی شرکت میں اس کی نئی ترتیب دی گئی۔ یہ ترجمہ مسلم یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۶۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے مقدمہ میں بہت مفید باتوں کے علاوہ جوگ بششٹ کا خلاصہ درج کر دیا گیا ہے۔

[illegible] یہ اطلاع لغت نامہ دہخدا سے لی گئی ہے۔

[illegible] فہرست موزۂ برطانیہ ریو ج ۳۔ ص ۸۱۵-۸۱۶ میں دبستان کے ۱۸۴۳ء کے انگریزی ترجمے ج ۱ ص ۱۴۰، ج ۲، ص ۲۰۵-۲۰۶ کا حوالہ ہے

[illegible] ایک بڑا زرتشتی عالم تھا جو شیراز یا اس کے قریب کا رہنے والا تھا۔ وہ اپنے مریدوں کے ساتھ ہندوستان چلا آیا اور ایک ایسے مذہب کا بانی ہوا جس کے اجزائے ترکیبی اسلام، ہندو، عیسائی، زرتشتی مذہبوں سے ماخوذ تھے۔ اس کو ذوالعلوم کا لقب دیا گیا تھا۔ جام کیخسرو نام کی ایک منظوم کتاب اس کی طرف منسوب ہے۔ اس کی وفات ۱۰۲۷ھ میں پٹنہ میں ہوئی تھی۔ (فرہنگ معین ج ۵ ص ۱۴-۱۵) لغت نامۂ دہخدا ۔ ابو سعد ص ۸۶ میں آذر کیوان کو میر فندرسکی کا ہم عصر و معاصر قرار دیا ہے۔

[illegible] میر فندرسکی نے پانی پتی کے ترجمہ پر حاشیہ اور اس کی فرہنگ بعنوان "کشف اللغات کلیات جوگ" تیار کی تھی۔ (دیکھیے کتابخانہ طوس مشہد، نسخہ خطی ۹۹۴، کتابخانہ دانشگاہ تہران نسخہ شمارہ ۲۵۶/۲۴۶۰۔ لیکن ڈاکٹر معین کی فرہنگ میں شرح مہابارۃ معروف بہ شرح جوگ ۔ لغت نامۂ دہخدا ۔ ابو سعد۔ اثبات ص ۱۸۸ ۔ میں اس کو خلاصۂ ترجمۂ پانی پتی لکھا ہے۔ اس منتخب کا ایک نسخہ مجلس شوراے ملی کے کتابخانے (فہرست ج ۲، مجموعہ ۴۰ ۶) کے مجموعے میں موجود ہے۔

[illegible] اس فرمان کی اہمیت کے لیے دیکھیے نصر اللہ فلسفی کی کتاب شاہ عباس اول ج ۳ ص ۴۹-۵۰، ۵۱، نیز ریاض الاسلام Calendar of Documents جلد ۱، ص ۱۳۳

[illegible] یہ مضمون انگریزی میں منتقل ہو چکا ہے۔ دیکھیے ترجمۂ اکبر نامہ، جلد ۳، ص ۱۰۰۰-۱۰۱۲۔

یہ اکبر کے دور کی پالیسی کا بنیادی اصول تھا۔ دیکھیے رضوی — Religious and Intellectual History of Muslims، ص ۲۵۱۔

اللہ کے بندوں پر ظلم اکبر کے فرمان میں "انہدام بنیاد ربانی" کے فقرے سے یاد کیا گیا ہے۔

اس سلسلے کی مفصل بحث کے لیے دیکھیے ریاض الاسلام Indo Persian Relation، ص ۶۳-۶۵۔